اُردو تدوینِ متن کی روایت میں دبستانِ کراچی کا کردار

ڈاکٹر عظمت رباب، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

Dabistaan e Karachi is one of the important dabistaans in Urdu Tadveen e Matn. Many manuscripts have been edited which were preserved in Kutab Khaana e Khaas of Anjuman Taraqqi e Urdu. Mushfiq Khawaja, Dr. Jamil Jalbi and many other researchers edited the texts especially belonging to Deccan Poetry and prose. Some modern texts are also edited. Linguistic characteristics and history references are main characteristics of this School of Tadveen e Matn. In this article Dr. Azmat Rubab has presented an overview of this Dabistaan and given the details of the important works edited there.

اُردو ادب میں کراچی ایک مخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے کراچی کا ادبی منظر نامہ زیادہ تر مغرب اور انگریزی ادب کی طرف مائل تھا۔ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی کراچی کے ادبی وتہذیبی منظر نامے میں بہت وسیع اور گہری تبدیلی رونما ہوئی۔ اس لیے کہ ہندوستان کے اُردو بولنے والے شہروں کے باسیوں نے خاص طور پر کراچی کی طرف ہجرت کی۔ ایک تو اس لیے کہ وہ کوسمو پولیٹن مزاج کے حامل تھے اور کراچی بنیادی طور پر ایک کاسمو پولیٹن شہر تھا اور اسی شہر کو نئی مملکت کے دارالحکومت ہونے کا اعزاز ملا، دوسرا زمینی اور طبعی لحاظ سے ان کے لیے کراچی تک رسائی آسان اور سود مند تھی لہٰذا دلی، لکھنو، حیدرآباد، مدراس، بمبئی، کلکتہ اور پٹنہ وغیرہ سے زیادہ تر مسلمان مہاجرین کراچی آ گئے۔ اورنگ آباد سے آنے والی انجمن ترقی اُردو کا دفتر اور بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے بھی کراچی کو اپنا نیا مرکز بنایا۔ اس طرح سے کراچی کے تہذیب وتمدن میں یہ تبدیلی اُردو ادب اور اُردو تدوین کی روایت کے لیے بہت سود مند ثابت ہوئی۔ انجمن کے اس مرکز سے جو متون مدون ہوئے وہ اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ایک دبستان کی حیثیت رکھتے ہیں جنھیں ہم نے ''دبستان کراچی'' کا نام دیا ہے۔ دبستانِ کراچی کے مدونین نے جن متون کو ترتیب دیا گیا ان کا مختصر تجزیہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

مشفق خواجہ:

مشفق خواجہ دُنیائے ادب میں کئی حیثیتوں سے جانے جاتے ہیں۔ وہ محقق وشاعر بھی ہیں اور مدون و کالم

نگار بھی تاہم ان کی شہرت کا سبب وہ متون ہیں جو انھوں نے مرتب کیے۔ مشفق خواجہ سولہ سال (۱۹۵۷ء تا ۱۹۷۳ء) انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے۔ تدوین میں مشفق خواجہ کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔ مشفق خواجہ نے تذکرہ خوش معرکہ زیبا، کلیاتِ یگانہ، اقبال (احمد دین) کو مرتب کیا۔

مشفق خواجہ نے قدیم و جدید دونوں قسم کے متون کو مدون کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے صرف قدیم متون ہی کو اہم سمجھا ہوا اور جدید متون کو نظر انداز کر دیا ہو۔ کلیاتِ یگانہ اور احمد دین کی مولفہ ''اقبال'' کو مدون کر کے مشفق خواجہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ کچھ ایسے جدید متون بھی نظر انداز ہوئے ہیں جن کی تدوین ضروری ہے۔ قدیم متون میں مشفق خواجہ کا طریق کار یہ ہے کہ پہلے وہ دستیاب و معلوم مواد تک ممکنہ رسائی حاصل کرتے ہیں۔ مواد کے سلسلے میں جب ان کی تسلی ہو جاتی ہے تو پھر وہ اپنے کام کا طریق کار وضع کرتے ہیں۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا کی تدوین کے لیے انھوں نے پاکستان و ہندوستان میں دستیاب چاروں نسخوں کے بارے میں معلومات جمع کیں۔ جو نسخے ان کے پاس نہ تھے ان کے عکس حاصل کیے اور پھر کام شروع کیا۔ ''کلیاتِ یگانہ'' کے مقدمے میں انھوں نے یگانہ کے تمام نسخوں کا تعارف اور مزید مواد کی فراہمی اور رسائی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یگانہ کے مطبوعہ نسخوں سے وہ مطمئن نہ ہوئے۔ یگانہ کے بڑے بیٹے آغا جان اور بیٹی بلند اقبال بیگم سے رابطہ کرنے پر یگانہ کی دو بیاضیں ملیں۔ اس کے بعد قومی عجائب گھر سے یگانہ کی تین اور بیاضیں اور یگانہ کے شاگرد دوارکا داس شعلہ کے نام یگانہ کے خطوط حاصل کیے۔ ''ترانہ'' کا مسودہ بھی انھوں نے حاصل کیا۔ اقبال پر طبع ہونے والی پہلی کتاب ''اقبال'' مولفہ احمد دین کی دونوں طباعتوں تک رسائی مشفق خواجہ کی مسلسل محنت اور بنیادی مآخذ تک رسائی کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کام کو اس وقت تک شروع نہیں کرتے جب تک کہ انھیں تمام ممکنہ مواد دستیاب نہ ہو جائے۔

مشفق خواجہ کا طریق کار یہ ہے کہ وہ عام طور پر مصنف کے آخری نظر ثانی شدہ متن کو بنیادی متن کا درجہ دیتے ہیں اور دیگر متون کو اختلاف نسخ کے تحت حواشی میں درج کر دیتے ہیں۔ ''اقبال'' میں انھوں نے طبع دوم کو متن میں جگہ دی ہے۔ اسی طرح ''کلیات یگانہ'' میں آخری نظر ثانی شدہ کلام متن میں رکھا ہے اور دیگر کو حواشی میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ کلیاتِ یگانہ کے مقدمے میں انھوں نے لکھا ہے:

> ''کسی مصنف کا نظر ثانی شدہ متن ہی آخری اور مستند متن ہوتا ہے اور یہی منشائے مصنف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔''[۱]

لیکن ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا'' کی تدوین میں مشفق خواجہ نے اس اصول کو نہیں برتا۔

تدوینِ متن میں مقدمہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مشفق خواجہ نے جن متون کو مدون کیا ہے اس میں مقدمے حاصل مطالعہ ہوتے ہیں۔ خوش معرکہ زیبا کے مقدمے میں مشفق خواجہ نے سعادت خان ناصر کے حالات اور تذکرے کی خصوصیات کو تفصیل سے درج کیا ہے۔ ''کلیاتِ یگانہ'' کا مقدمہ بہت تفصیلات کا حامل ہے۔ دیباچۂ مرتب (ص ۲۵ تا ۴۵) میں یگانہ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف تک رسائی کے مراحل بیان کیے ہیں۔ کلیات کی تدوین اور حواشی کے طریق کار کو واضح کیا ہے۔ یگانہ۔ سوانحی خاکہ میں یگانہ کے حالات اور مآخذ (ص ۴۷۔۹۳) میں یگانہ کی

مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کا تعارف دیا گیا ہے۔

مقدمے کی طرح مشفق خواجہ کے درج حواشی بھی تفصیلی اور وضاحتی ہوتے ہیں۔''خوش معرکہ زیبا'' میں اختلاف نسخ اور وضاحت کے لیے حواشی درج کیے گئے ہیں۔متن میں نسخہ پٹنہ کو جگہ دی ہے اور نسخہ انجمن کے اختلاف حاشیے میں دیے گئے ہیں۔تذکرے کی ابتدائی سطور ہیں:

''نحمدہ ونصلی اما بعد بندۂ پریشان خاطر، اضعف العباد سعادت خان متخلص بہ ناصر (عفی اللہ عنہ) سخن وروں کی خدمت میں یہ عرض رکھتا (ا) ہے کہ۔۔۔''[2]

اس کے حاشیے میں لفظ ''رکھتا'' کا اختلاف نسخہ انجمن سے یوں درج کیا ہے ''کرتا''[3]

جہاں حواشی میں مرتب کی طرف سے کوئی بات کہی گئی ہے یا زائد عبارتوں اور اشعار کی نشاندہی کی گئی ہے وہاں آخر میں لفظ ''مرتب'' لکھ دیا گیا ہے مثلاً ص ۴۳ پر میر حسن کے اشعار درج کر کے حاشیے میں اس کی وضاحت کی ہے:

''یہ اشعار نسخہ انجمن میں نہیں (مرتب)''[4]

''اقبال'' کے حواشی اس بنا پر خاصے طویل ہیں کہ احمد دین نے طبع دوم میں طبع اول کے بہت سے نکات کو خارج کر دیا تھا جبکہ طبع دوم میں کچھ مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے۔اس لیے اختلاف نسخ کے تحت طبع اول کی تمام عبارتیں درج کر دی گئی ہیں جو طبع دوم میں شامل نہیں کی گئیں۔کلیاتِ یگانہ کے حواشی میں یگانہ کی کی گئی تمام اصلاحوں، ترمیموں اور اضافوں کی تفصیل دی ہے۔تمام حصوں کے حواشی الگ الگ لکھے گئے ہیں۔یوں کلیات یگانہ کے حواشی ''کلامِ یگانہ'' کا بنیادی مآخذ بن گئے ہیں۔

مذہب و اخلاقیات کے حوالے دیتے ہوئے مشفق خواجہ محتاط محقق کے طور پر سامنے آتے ہیں۔''خوش معرکہ زیبا'' میں ناصر نے شعرا کا کلام درج کرتے ہوئے کچھ ایسے اشعار شامل کیے تھے جن کو خواجہ صاحب فحش خیال کرتے ہیں۔مشفق خواجہ نے ان اشعار کو درج کرتے ہوئے ان الفاظ کو حذف کر کے متعلقہ جگہ پر نقطے لگا دیے ہیں اور حاشیے میں وضاحت کر دی ہے کہ یہاں سے جو لفظ حذف کیا گیا ہے وہ فحش ہے۔ص ۶ پر سودا کا ذکر کرتے ہوئے سودا کا یہ شعر درج کیا ہے:

پاؤں کھڈی پر رکھو ہاتھ میں لو آئینہ　　بال۔۔۔۔کے چنو ناک پہ دھر کر عینک[5]

ان نقاط کی وضاحت حاشیے میں یوں کی ہے ''یہاں ایک فحش لفظ تھا جو قلم زد کیا گیا۔(مرتب)''[6]

مصحفی اور انشا کے معرکے کی ذیل میں انشا کے خلاف ایک شعر یہ تھا:

ٹھہرائے ہے بے معنی غزل کو مری انشا　　اس جھوٹے کی جورو۔۔۔۔۔۔۔۔۔[7]

اس کا حاشیہ یوں درج کیا ہے: ''بوجہ فحش کلامی چند الفاظ حذف کیے گئے'' (مرتب)[8]

''کلیاتِ یگانہ'' میں بھی مشفق خواجہ نے احتیاط کی یہ روش قائم رکھی ہے۔ یہ طرزِ عمل اخلاقی اور مذہبی نقطہ نظر سے تو درست ہو سکتا ہے لیکن ادب اور تدوین کے نقطہ نگاہ سے یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ اس طرح مکمل متن قارئین

کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ دوسرے یہ بات بھی اہم ہے کہ لکھنو کے شعرا یا مخالفین شعرا کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح کے الفاظ متن میں آ جاتے تھے۔ اس سے گریز متن کی تکمیل و تفہیم میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

مشفق خواجہ نے تدوین کرتے ہوئے تمام متون کو جدید املا کے مطابق تحریر کیا ہے۔ سہوِ کتابت کو بھی حواشی میں درج کر دیا ہے۔ اس کے لیے بہتر طریق کار یہ ہو سکتا تھا کہ اس کا ذکر مقدمے میں کر دیتے اور متن میں اس کی اصلاح کر دیتے۔ اسے حواشی میں درج نہ کرتے۔ مجموعی طور پر مشفق خواجہ نے نظم و نثر کے متون کو ترتیب دیا ہے۔ متن کی تدوین کرتے ہوئے وہ متعدد نسخوں کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ مقدمے میں مصنف اور متن کے حوالے سے نسخوں کا تعارف اور تفصیل درج کرتے ہیں۔ انھوں نے انتخابی اور انتقادی دونوں طریق کار کا استعمال کیا ہے۔ ادب کے دیگر شعبوں کی طرح تدوین میں بھی وہ اہم مقام رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے دیوانِ حسن شوقی، دیوانِ نصرتی اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی تدوین کی ہے۔ جمیل جالبی نے جن متون کی تدوین کی ہے ان کا تعارف و اہمیت انھوں نے مقدمے میں درج کی ہے۔ ''مثنوی نظامی دکنی'' کے مقدمے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس نسخے کی تاریخی اہمیت کا تعارف، رسم الخط کی مشکلات، زمانۂ تصنیف، نام و حالاتِ مصنف، اشعار کی تعداد، املا، لسانی مطالعہ، طریق کار کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔

مقدمہ میں نسخوں کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو کی مخزونہ دو بیاضوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جن کی مدد سے دیوانِ حسن شوقی کو مرتب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے دیوان نصرتی کے نسخے کا تعارف پیش نہیں کیا۔ مقدمے میں تاریخ دکن، نصرتی کے حالات اور تصانیف کا تعارف ملتا ہے لیکن دیوانِ نصرتی کے نسخے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ تاریخ سکندری کے متن کے حاشیے میں مولوی عبدالحق کا بیان درج کر دیا گیا ہے کہ تاریخ سکندری کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ ہے جو ان کے کتب خانہ میں ہے۔ یہ قول مولوی عبدالحق کی کس تحریر سے لیا گیا ہے اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے جن شعرا کے دیوان مرتب کیے ہیں ان کے حالات انھوں نے شعرا کے کلام ہی سے اخذ کیے ہیں۔ دیوانِ حسن شوقی میں حسن شوقی کا نام، تخلص، فتح نامہ نظام شاہ کا پس منظر، جنگ کے واقعات کو دیوان ہی سے اخذ کیا ہے۔ اسی طرح مثنوی ''گلشن عشق'' سے نصرتی کا نام، حالات اور آبا و اجداد کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اسی طرح مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعے سے فخر دین نظامی کے نام اور تخلص کے بارے میں معلومات اخذ کی ہیں۔ دیوان حسن شوقی کی غزلیات جن بیاضوں سے لی گئی ہے ان کے اختلاف بھی حواشی بھی درج کیے گئے ہیں۔ کل ۳۰ غزلیات ہیں جو ردیف وار درج کی گئی ہیں۔ پہلی غزل کا تعارف حاشیے میں یوں دیا ہے۔

> ''یہ غزل انجمن کی دو بیاضوں میں ملی۔ ایک میں چھ اور دوسری میں سات شعر ہیں۔ اسی غزل کو سخاوت مرزا نے کسی اور بیاض سے لے کر رسالہ اردو کراچی اپریل ۱۹۵۴ء میں اور دوسری دو نئی غزلوں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس غزل میں سات شعر ہیں۔ ہم انجمن کی بیاض سے ۷

شعر والی غزل یہاں متن میں دے رہے ہیں اور اس کا مقابلہ رسالہ اردو اور دوسری بیاض کی غزل سے کر رہے ہیں۔"۹

دیوانِ نصرتی میں تاریخ سکندری کا ایک ہی نسخہ تھا اس لیے اختلاف نسخ تو حاشیے میں نہیں دیے گئے تاہم کتابت کی اغلاط کو حواشی میں درست کر دیا گیا ہے۔

کہ بولے یہ یک بول کا دہر کے(۱) آل حاشیے میں حوالہ نمبر الکھ کر اس کے آگے یہ درج کیا ہے

"اصل میں "کہ" تحریر تھا۔"۱۰ ص: ۲۹ پر کاتب کی غلطی کی درستی یوں کی ہے

"مخطوطے میں "آب" لکھا ہے لیکن یہ سہو کتابت ہے کیوں کہ قافیہ "باگ" ہے ۱۱

مثنوی نظامی دکنی میں متن کے اندر ہی قوسین لگا کر اس کی تصحیح یا وضاحت کر دی ہے۔ ان قوسین کی تقسیم یوں کی گئی ہے:

۱۔ جہاں مصرع کو وزن میں لانے کے لیے کسی لفظ یا حرف کا اضافہ کیا گیا ہے وہاں یہ بریکٹ استعمال کیا گیا ہے () مثلاً

۲۔ جہاں مصرعے میں لفظ یا الفاظ زائد تھے وہاں ان زائد الفاظ کو اس بریکٹ میں دکھایا گیا ہے [ ]

۳۔ جہاں مصرع میں کاتب سے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے اور کوشش کے باوجود اس لفظ کا اضافہ نہیں کیا جا سکا وہاں سوالیہ نشان بنا دیا گیا ہے

۴۔ جہاں کرم خوردہ یا مشکوک ہونے کی وجہ سے لفظ نہیں پڑھا جا سکا وہاں نقطے لگا دیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے جن متون کو ترتیب دیا ہے وہ دکنی دور کے متون ہیں۔ اُس عہد کی زبان آج کی زبان سے بہت مختلف ہے۔ دکن کے یہ متون ادبی ولسانی نمونے ہیں۔ ان کی زبان، صرف ونحو، محاورات وضرب الامثال، تذکیر وتانیث، روزمرہ محاورہ اور تلمیحات کا مطالعہ اُردو لسانیات میں قدیم لسانی نمونے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان متون کے لسانی مطالعے بھی تفصیل سے پیش کیے ہیں تاکہ اس دور کی لسانیات سے آگہی ہو سکے۔ دیوانِ حسن شوقی میں شوقی کے کلام کی صرفی ونحوی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ لازم ومتعدی، علامتِ فاعل، تذکیر وتانیث، حرفِ ربط، سندھی اور قدیم دکنی کا فرق اور مماثلت کو مثالوں کے ذریعے درج کیا ہے۔ مثنوی نظامی دکنی (کدم راوٴ پدم راوٴ) کو جمیل جالبی نے اردو کا قدیم ترین ادبی ولسانی نمونہ قرار دیا ہے۔ انھوں نے ص ۳۵ تا ۶۰ مثنوی کا لسانی مطالعہ بہت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔

دکن کی زبان اور ذخیرہ الفاظ آج کے قاری کے لیے نامانوس ہے اس لیے اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے جمیل جالبی نے متن کے آخر میں فرہنگ بھی دی ہے تاکہ متن کو پڑھنے کے لیے جس مشکل کا سامنا انھیں کرنا پڑا قارئین اس سے محفوظ رہیں۔ دیوانِ نصرتی اور مثنوی کدم راوٴ پدم راوٴ کے آخر میں بھی فرہنگ دی گئی ہے۔ دیوانِ نصرتی میں ص ۸۱ تا ص ۹۳ اور مثنوی نظامی دکنی میں ص ۲۴۲ سے ص ۲۶۵ فرہنگ دی گئی ہے۔

افسر صدیقی امروہوی:

افسر صدیقی امروہوی نے بیاضِ مراثی، مدائح الشعرا، عروس الاذکار اور سنگھاسن بتیسی کو مرتب کیا۔

گیارھویں بارھویں صدی ہجری کے مراثی کا مجموعہ ''بیاض مراثی'' کے نام سے افسر صدیقی امروہوی نے مرتب کیا ہے جو انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ انجمن کی دو بیاضوں سے مرتب کیا گیا ہے جو انجمن کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

عنایت حسین خان مہجور بنارسی (۱۱۷۶ھ،۱۱۹۱ھ۔۱۲۴۰ھ/۱۷۶۲ء،۱۷۷۷ء۔۱۸۲۴-۲۵ء) کا تذکرہ ''مدائح الشعرا'' انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ مصنف نے اس تذکرے میں ان شعرا کے حالات جمع کیے ہیں جو بنارس کے قدیم باشندے تھے یا بنارس میں جا کر رہنے لگے تھے۔ اس تذکرے سے بنارس کے شعرا اور ان کا کلام اور اس دور کی زبان اور موضوعات ایک اہم علاقے بنارس کے حوالے سے سامنے آ گئے ہیں۔ مدائح الشعرا میں اکہتر شعرا کا ترجمہ شامل ہے۔ ان میں سب اردو گو نہیں کچھ فارسی گو بھی ہیں۔ بعض شعرا کے حالات بہت مختصر ہیں اس کمی کو مرتب نے تعلیقات اور حواشی لکھ کر پورا کیا ہے۔ حواشی تصحیح و وضاحت کے لیے درج کیے گئے ہیں مثلاً انشا کے ذکر میں ان کے والد کا نام میر منشاء اللہ خاں درج کیا ہے۔ اس کی تصحیح افسر صدیقی نے حاشیے میں کر دی ہے:

> ''ان کا نام میر ماشاء اللہ خاں تھا'' (مرتب) ۱۲

شاہ اشرف الدین اشرف بیابانی (۸۶۴ھ۔۹۳۵ھ/ ۱۴۵۹ء۔۱۵۲۹ء) کی مثنوی ''نوسر ہار'' کو افسر صدیقی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کراچی نے ۱۹۸۲ء میں اسے شائع کیا ہے۔ افسر صدیقی اور ڈاکٹر زور کی تحقیقات کے مطابق شاہ اشرف کی تصنیفات میں نوسر ہار، قصۂ آخر الزمان اور واحد باری شامل ہیں۔ نوسر ہار کی لسانی خصوصیات کو افسر صدیقی نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اشعار کے حوالے دے کر مرتب نے یہ نکتہ بھی اٹھایا ہے کہ مصنف کا تاریخی مطالعہ سرسری ہے کیونکہ اس نے مثنوی میں حضرت علی اکبر کا سن کربلا میں بارہ برس بتایا ہے جبکہ نظم و نثر کی مختلف تصنیفات میں ان کی عمر اٹھارہ برس بتائی گئی ہے۔ افسر صدیقی نے مقدمے میں نوسر ہار کے تین نسخوں کا ذکر کیا ہے۔

> ''اب تک اس کے تین نسخوں کا پتا چلا ہے ایک نسخہ یہ ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ دوسرا ہندوستان میں ہے اور انجمن ترقی اردو کے کتب خانے کی زینت ہے اور تیسرا ادارہ ادبیات حیدر آباد میں موجود ہے۔'' ۱۳

اس کے بعد ان تینوں نسخوں کا کوئی تعارف درج نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ جو نسخہ مرتب کے پیش نظر ہے اس کی خصوصیات کیا ہیں اور کیا یہ تینوں نسخے ایک ہی کی نقل ہیں یا الگ الگ ادوار اور کاتبوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ حواشی میں کہیں بھی اختلافِ نسخ درج نہیں کیے گئے اس لیے یہ گمان گزرتا ہے کہ مرتب نے ہندوستان میں انجمن ترقی اردو اور ادارہ ادبیات حیدر آباد کے نسخے نہیں دیکھے یا پھر دوسرا خیال یہ ہے کہ یہ تینوں نسخے ایک ہی نسخے کی نقل ہوں۔

حواشی میں الفاظ کی وضاحت اور جدید املا کے مطابق الفاظ کو تحریر کیا گیا ہے۔ کتابت کی اغلاط کو متن ہی

میں درست کر دیا گیا ہے لیکن بعض مقامات پر ایسا نہیں کیا گیا ۔ غلط لفظ کو متن ہی میں رہنے دیا ہے اور اس کی تصحیح حاشیے میں کی ہے ۔ کچھ الفاظ کے مفاہیم کو بھی حاشیہ میں لکھا ہے، جن اشعار میں قافیوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ان کی نشاندہی بھی حاشیے میں کر دی ہے ۔ص ۸۵ تا ص ۸۹ فرہنگ دی گئی ہے ۔

نصیر الدین نقش حیدرآبادی کا تذکرہ عروس الاذکار افسر صدیقی نے مرتب کیا ہے جسے انجمن ترقی اُردو کراچی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ مقدمے کی ابتدا میں افسر صدیقی نے بارھویں اور تیرھویں صدی میں مرتب کیے جانے والے تذکروں کا ذکر کیا ہے۔

مرتب نے تذکرے کا متن تین نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا ہے ۔ان میں سے دو کتب خانۂ خاص انجمن ترقی اردو کراچی کی ملکیت ہیں اور ایک ناقص نسخہ حیدرآباد دکن میں ہے ۔انجمن کے دو نسخوں میں سے ایک ناقص الطرفین ہے جبکہ دوسرا نسخہ صاف نستعلیق خط میں ہے ۔ چونکہ یہ نسخہ مکمل ہے اس لیے افسر صدیقی نے اسے متن میں جگہ دی ہے جبکہ ناقص الطرفین نسخے کو نسخہ ب قرار دیا ہے ۔ حواشی میں اختلافِ نسخ دیے گئے ہیں۔ کچھ مقامات پر وضاحت اور قیاسی اصلاح کے لیے حواشی کا استعمال کیا گیا ہے ۔

پست ہمت ہیں مگر قاتل اربابِ ہوس عنکبوتوں کو مزہ خونِ جرس (۱) دیتا ہے

اس کے حاشیے میں جرس کے بجائے مگس کی قیاسی اصلاح درج کی ہے ۔[۱۴]

مثنوی کا املا وہی رہنے دیا ہے جو کہ نسخے میں تھا تاہم حاشیوں میں اس کو جدید املا کے مطابق لکھ دیا ہے، آخر میں حواشی وتعلیقات کے عنوان کے تحت ص ۱۸۳ تا ص ۲۵۱ افسر صدیقی امرہوی نے تذکرے کے ۱۸۰ شعرا پر تعارفی وتفصیلی نوٹ لکھے ہیں ۔ یہ معلومات جدید تحقیق کے مطابق ہیں ۔اس طرح جدید معلومات کی روشنی میں دراصل یہ تذکرۃ العروس کا احیا ہے جو افسر صدیقی کا کارنامہ ہے ۔

فقیر دکنی کی نظم کی ہوئی سنگھاسن بتیسی کو افسر صدیقی امرہوی نے مرتب کیا ہے ۔ یہ انجمن ترقی اردو کراچی سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی ۔ افسر صدیقی نے اس پوری داستان میں صرف ایک حاشیہ درج کیا ہے ۔ جو کہ صفحہ نمبر ۵ پر ہے ۔

نہ کہو اپنی حرمت وہ دی ڈال توں نہ تکرار کر چپکا وی ڈال (۱) توں

حاشیہ یوں درج کیا ہے: ''یہاں لال ہونا چاہیے تھا۔'' [۱۵]

مثنوی کے متن میں کئی الفاظ ،مصرعوں اور اشعار کی جگہ نقطے ڈالے گئے ہیں جس سے یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ الفاظ مخطوطہ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھے جا سکے ہوں گے ۔

افسر صدیقی امروہوی نے قدیم دکنی ادب کے شعری اور نثری متون کی تدوین کی ہے ۔ انھوں نے قدیم تذکروں کو بھی ترتیب دیا ہے ۔ اپنے درج کردہ مقدموں میں وہ کہیں تو نسخوں کا تعارف درج کرتے ہیں اور کہیں ایسا نہیں کرتے ۔ متن کی لسانی خصوصیات کو تفصیل سے درج کرتے ہیں ۔ تاریخ کے حوالوں سے وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہیں ۔ حواشی میں ضروری تفصیلات فراہم کرتے ہیں تاہم وہ سہوِ کتابت کو بھی حاشیے ہی میں درج کر

دیتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ارمغانِ گوکل پرشاد اور قمر زمانی بیگم کو مرتب کیا۔

گوکل پرشاد رسا کے تذکرے کو ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ترتیب دیا جسے انجمن ترقی اُردو کراچی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ اس تذکرے کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں ایک سو بارہ صفحے ہیں جو شعرا کے نثری تراجم پر مبنی ہے۔ دوسرے حصے میں ایک سو چھیانوے صفحے ہیں اس میں مختلف موضوعات پر شعرا کے منتخب اشعار ہیں۔ اس کا پہلا حصہ جو شعرا کے تراجم پر مشتمل ہے اسے فرمان فتح پوری نے مرتب کیا ہے۔ مقدمے میں مرتب نے تذکرہ گوکل پرشاد کا موازنہ محسن کے ''سراپا سخن'' سے کیا ہے اور گوکل پرشاد کے تذکرے کو سراپا سخن سے بہتر قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''ارمغان'' اور ''سراپا سخن'' کا تقابلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ''ارمغان'' کئی لحاظ سے ''سراپا سخن'' سے بہتر ہے۔ نہ صرف یہ کہ 'ارمغان'' کے تراجم کی تعداد ''سراپا سخن'' سے زیادہ ہے بلکہ تراجم کی تفصیل و ترتیب اور موضوع کی وسعت کے اعتبار سے بھی ''ارمغان'' کا درجہ ''سراپا سخن'' سے بلند تر ہے۔''[۱۶]

ارمغان گوکل پرشاد کا مطبوعہ نسخہ حاجی محمد یعقوب خاں ساکن نواب شاہ کی وساطت سے فرمان فتح پوری کو ملا۔ اس نسخے کا تعارف مقدمے میں دیا گیا ہے۔ مرتب نے تذکرہ نگار کی ترتیب کو قائم رکھا ہے تاکہ ''نقش ثانی، نقشِ اوّل کے عین مطابق رہے۔''[۱۷]

فرمان فتح پوری نے قمر زمانی بیگم کے ان خطوط کو مرتب کیا ہے جو انھوں نے مدیر ''نقاد'' شاہ نظام الدین دلگیر'' آگرہ کے نام لکھے تھے۔ ''قمر زمانی بیگم'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ نیاز فتح پوری نے ایک فرضی لڑکی قمر زمانی بیگم بن کر دلگیر کے مدیر کو جو خطوط لکھے تھے وہ مرتب کیے گئے ہیں۔ قمر زمانی بیگم کے یہ خطوط ادب و صحافت کی تاریخ میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطوط کو فرمان فتح پوری نے مرتب کیا ہے اور ان خطوط کے ساتھ ساتھ مرتب کی وضاحتیں بھی ہیں جو انھوں نے ساتھ ساتھ کی ہیں تاکہ ہر خط کا پس منظر واضح ہو سکے۔

شیخ چاند ابن حسین:

شیخ چاند نے دکن کی دو اہم مثنویوں کو مرتب کر کے دکنیات کے ذخیرہ میں اضافہ کیا ہے۔ یہ دو مثنویاں ابن نشاطی کی ''پھول بن'' اور رستمی کی ''خاور نامہ'' ہیں۔

ابن نشاطی (۱۶۲۶ء۔۱۶۷۲ء) کی مثنوی پھول بن کو شیخ چاند ابن حسین نے مرتب کیا۔ اسے انجمن ترقی اُردو کراچی نے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ شیخ چاند نے پھول بن کی ترتیب میں متعدد نسخوں سے مدد لی ہے تاہم انھوں نے انڈیا آفس کے مخطوطے کو متن کی بنیاد بنایا ہے۔ بہت سے مشتبہ اشعار کو متن میں شامل نہیں کیا ان کا ذکر حاشیہ میں

کر دیا ہے۔ انجمن کے دو نسخے بھی قابل ذکر ہیں جنھیں نسخہ اول اور نسخہ دوم کا نام دیا ہے۔ مرتب نے انڈیا آفس کے نسخے کو متن میں جگہ دی ہے اور انجمن کے کتب خانے کے دو نسخوں کو اختلاف نسخ کے طور پر حاشیوں میں استعمال کیا ہے۔ آخر میں صفحہ نمبر درج کر کے الفاظ کے معانی فرہنگ کے عنوان کے تحت درج کیے گئے ہیں۔ اس فرہنگ میں بہت سی مفید اور دلچسپ معلومات دی گئی ہیں جن کا تعلق صرف معنی سے نہیں بلکہ دکنی روایات سے بھی ہے۔ مثلاً:

''دھیڑ۔ دکن کی ایک اچھوت قوم جو جاروب کشی اور غلاظت کی صفائی کا کام کرتی ہے۔'' ۱۸

صفحہ ۸۷ کے تحت ایک رسم کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''تخت کی لال گوت۔ نکاح کے دن دلہن کو ایک فاخرانہ لال رنگ کا لباس پہنایا جاتا ہے جو دکن کے مروجہ رواج کے مطابق دلہن کے نانا ماموں کے گھر سے آتا ہے۔ یہ سہاگ کی سب سے بے بہا اور قیمتی نشانی متصور ہوتی ہے اور ایک منکوحہ عورت اس کو تاحیات اپنا سب سے بڑا خزانہ سمجھتی ہے۔'' ۱۹

اسی طرح ایک اور لفظ کٹکن کے معنی درج ذیل دیے گئے ہیں

''کٹکن۔ ایک خاص کبوتر کو کہتے ہیں جو اپنے محبوب کے لیے اپنی جان لٹو کی طرح نثار کر دیتا ہے۔ نیز ایک زیور کو بھی کہتے ہیں جو ہاتھوں میں پہنا جاتا ہے۔'' ۲۰

کمال خاں رستمی بیجاپوری کی مثنوی خاور نامہ کو شیخ چاند ابن حسین نے مرتب کیا ہے اور یہ ترقی اردو بورڈ کراچی سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ خاور نامہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علیؑ ہیں۔ خاور نامہ کا قصہ امیر حمزہ کی داستان سے مماثل ہے۔ شیخ چاند نے دیباچے میں قصے کا مختصر ترین خلاصہ درج کر دیا ہے جس سے خاور نامہ کا پورا قصہ اختصار کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔ دیباچے میں شیخ چاند نے ابن حسام کے خاور نامہ کی مقبولیت و شہرت کا ذکر کیا ہے کہ محمد عادل شاہ کی ملکہ خدیجہ سلطانہ کے کہنے پر رستمی نے اس کا اردو منظوم ترجمہ کیا اور بہت پسند کیا گیا۔

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش:

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے ''اُردو میں اصول تحقیق'' کو دو جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ انھوں نے ''دیوانِ تراب'' کو مرتب کیا جو انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہوا۔ قصہ رنگین گفتار مرتب کی جو مغربی پاکستان اکیڈمی سے شائع ہوئی۔

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے تفصیلی مقدمے میں شاہ تراب کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ سلطانہ بخش نے شاہ تراب کا سال پیدائش ۱۱۳۰ھ درج کیا ہے۔

مرتبہ نے دیوانِ تراب سے اشعار کے حوالے دے کر شاہ تراب کا سلسلۂ خلافت، تصانیف اور فلسفۂ تصوف تفصیل سے بیان کیا ہے، مقدمے میں یوانِ تراب کا مکمل لسانی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ جس سے دیوانِ تراب میں فارسی افعال و ضمائر کے ساتھ ساتھ دکنی زبان کی خصوصیات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ اشعار کو بطور مثال

بھی درج کیا گیا ہے، ملا کی درستی جہاں متن میں ممکن تھی وہاں متن میں کر دی گئی ہے اور حاشیے میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے، متعدد مقامات پر الفاظ کی وضاحت اور معانی کے لیے حواشی کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر میں کسی شاعر کا حوالہ ہے تو حاشیے میں اس کا پورا نام دیا ہے، شاہ تراب نے اشعار میں جن بزرگوں کے نام استعمال کیے ہیں ان کی تفصیل بھی حاشیے میں دی گئی ہے ۔ کتابت کی اغلاط کی درستی متن میں کر کے اس کا ذکر حاشیے میں کر دیا ہے ۔ چونکہ مخطوطہ بہت پرانا ہے اس لیے کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے کچھ مقامات سے کچھ الفاظ نہیں پڑھے جا سکے اس لیے کرم خوردہ لفظ کی جگہ نقطے ڈال دیے ہیں

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کا مدون دیوانِ تراب دکنی ادب میں نمایاں مقام رکھتا ہے ۔ چشتیہ سلسلے کے ایک صوفی شاعر شاہ تراب کے حالات ، سال پیدائش اور ان کے نظریات و افکار کو تفصیل سے مقدمے میں بیان کیا گیا ہے ۔ دیوانِ تراب فارسی اسلوبِ بیان اور بیجا پوری اسلوب کا امتزاج ہے ۔ اس کے لسانی مطالعے میں ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے مثالوں کے ساتھ اس دور کی زبان کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ یوں لسانیات کے طالب علم کے لیے اس دور کی زبان کا مطالعہ ایک نیا در وا کرتا ہے اور اردو تدوین میں بھی ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ تفصیلی مقدمہ اور فرہنگ ایم سلطانہ بخش کے وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے ۔

ڈاکٹر سلطانہ بخش نے قصہ رنگین گفتار کو مرتب کیا ہے جو مغربی پاکستان اکیڈمی سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ۔ پیش لفظ میں ڈاکٹر سلطانہ بخش نے خطی نسخوں کا تعارف ، داستان کا تعارف ، املا کی خصوصیات اور اردو فارسی تراکیب کو بیان کیا ہے ۔ متن صفحہ ۳۰ سے صفحہ ۱۱۳ پر مشتمل ہے ۔ آخر میں حواشی دیے گئے ہیں۔ متن کی چند سطور درج ذیل ہیں:

> ''اکثر نادیدہ سرد و گرم (۴۴) زمانے کے خاطر میں لائے کہ گرم آنا اور سردی کھانا موجب اختلاط دماغ کا ہوا ہے ۔ بیش تر نارسیدہ دانشوروں نے تصور باندھا کہ ایسے پُر نکہت (۴۵) باغ میں تنہا آنے سے آسیب کسی آتش نہاد کا پہنچا ہے ۔ الغرض سب مختلف اندیش متفق ہوئے کہ بہر کیف بارگاہ دولت تک لے جایئے ، کیفیت واقعہ کی حواشی خلافت تلک (۴۶) پہنچایئے۔''[۲۱]

ڈاکٹر سلطانہ بخش نے دیوانِ تراب او ر قصہ رنگین گفتار کو مرتب کیا ہے ۔ تصوف اور داستانوی ادب کے حوالے سے دونوں متون اہم ہیں۔ مرتبہ نے نسخوں کا تعارف ، شاعر و مصنف کا تعارف ، ادبی مقام اور لسانی خصوصیات کو مقدموں میں درج کیا ہے ۔ تدوین کے طریق کار کو واضح کیا ہے اور حواشی میں اختلافِ نسخ اور وضاحتیں درج کی گئی ہیں۔

سخاوت مرزا:

شاہ قاسم اورنگ آبادی کی تصنیف ''دیوانِ قاسم'' کو محمد سخاوت مرزا نے ترتیب دیا او ر انجمن ترقی اُردو کراچی نے ۱۹۷۵ء میں اسے شائع کیا ۔ سخاوت مرزا نے مختصر مقدمے میں شاہ قاسم کی تاریخ ولادت ، شاعری میں

تلمذ، معاصر امرا، معاصر شعرا، اورنگ آباد کی زبان، مخطوطات دیوان قاسم، دیوان کا رسم الخط کے عنوانات قائم کیے ہیں۔ ان کے مطابق شاہ قاسم کی تاریخ ولادت کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کا دیوان ۱۱۶۰ھ سے قبل مدون ہو چکا تھا قراین یہ ہیں کہ قاسم بارھویں صدی ہجری کے ربع اول میں پیدا ہوئے۔ محمد سخاوت مرزا نے مولوی عبدالحق کا قول درج کیا ہے کہ اورنگ آباد او رحید رآباد دکن کی زبان میں فرق ہے۔ وہ مولوی صاحب کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سراج کی زبان کا مقابلہ حاتم، ناجی اور آبرو سے کیا جائے تو اورنگ آبادی شعرا ایک ہی مقام کے معلوم ہوتے ہیں۔''۲۲

قاسم نے مرزا مظہر، تاباں اور یقین کی طرح میں جو غزلیں لکھیں ان کا حوالہ بھی سخاوت مرزا نے مقدمے میں دیا ہے۔ انھوں نے مخطوطات دیوان قاسم کے چار مخطوطوں کا ذکر کیا ہے۔ چاروں نسخوں کا تعارف دینے کے بعد محمد سخاوت مرزا نے مقدمے یا حواشی میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا کہ انھوں نے کس نسخے کو متن کی بنیاد بنایا ہے اور کن دیگر کے ساتھ اختلافاتِ نسخ ظاہر کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے نسخوں کے مخففات بھی نہیں بتائے کہ انھوں نے کس نسخے کو الف، ب، ج یا د قرار دیا ہے۔

تدوینِ متن میں نسخوں اور مخطوطوں کا تعارف اور طریق کار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ نسخوں کا اختلاف اور حواشی اس وقت بے مصرف ہو جاتے ہیں اگر قاری کے علم میں نہ ہو کہ جو مخففات دیے گئے ہیں ان سے کون سے نسخے مراد ہیں۔ تدوین کرنے والے کے پیش نظر تو چونکہ سارے نسخے ہوتے ہیں اس لیے اس کے لیے تو شاید یہ بات اہم نہ ہو لیکن قارئین کے لیے یہ یقیناً الجھن کی بات ہوتی ہے۔ مقدمے میں نسخوں کے تعارف کے ساتھ مدون کو طریق کار بھی واضح کرنا چاہیے جو کہ سخاوت مرزا نے ''دیوانِ قاسم'' کی تدوین کرتے ہوئے نہیں کیا۔

ڈاکٹر اسلم فرخی:

ڈاکٹر اسلم فرخی نے نصر اللہ خاں خویشگی کا تذکرہ ''گلشن ہمیشہ بہار'' مرتب کیا ہے جس کا تعارف درج ذیل ہے:

ڈاکٹر اسلم فرخی نے نصر اللہ خاں خویشگی کے تذکرے ''گلشن ہمیشہ بہار'' کو مرتب کیا ہے۔ یہ تذکرہ انجمن ترقی اردو کراچی نے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا ہے۔ مقدمے کی ابتدا میں ڈاکٹر اسلم فرخی نے تذکرہ نویسی کی روایت میں انتقامی اور جوابی کاروائی کو بیان کیا ہے۔ شیفتہ کے تذکرہ ''گلشنِ بے خار'' کے جواب میں حکیم قطب الدین باطن نے ''گلستان بے خزاں'' اور مولوی نصر اللہ خاں خویشگی خورجوی المتخلص بہ قمر نے گلشن ہمیشہ بہار کے عنوان سے تذکرے مرتب کیے۔ گلشن ہمیشہ بہار اگرچہ ایک جوابی تذکرہ ہے لیکن اس کی زبان سنجیدہ اور متین ہے۔ مولوی نصر اللہ چونکہ ایک صوفی بزرگ تھے اس لیے اس تذکرے میں انھوں نے صوفیانہ اخلاق اور علمی سنجیدگی کو برقرار رکھا ہے۔

ڈاکٹر اسلم فرخی نے حواشی میں شیفتہ کے تذکرے سے تقابل کرتے ہوئے جہاں جہاں اشعار کے اندراج میں اختلاف ہے اس کو درج کیا ہے۔ مثلاً سلیمان، سلیمان شکوہ کے ذکر میں ایک مصرع یوں درج کیا گیا ہے:

''گالیاں ،سیکڑوں ہر بات میں اب دینے لگا

اسے حاشیے میں شیفتہ کے تذکرے سے یوں تقابل کیا ہے

''گالیاں سیکڑوں ہر باب میں اب دینے لگے'' گلشن بے خار۲۳

اسلم فرخی نے نہ صرف تذکرے کا متن پیش کیا ہے بلکہ مقدمے میں نصر اللہ خاں خویشگی کے حالات بھی تفصیل سے درج کیے ہیں ۔انھوں نے مقدمے میں گلشن ہمیشہ بہار اور گلشن بے خار کا تقابل اور اختلاف درج نہیں کیا بلکہ اسے حواشی میں تحریر کیا ہے جو کہ بہتر صورت ہے۔شعرا کے تراجم میں جہاں جہاں اختلاف ،مماثلت یا اضافہ ہے اس کا تقابل مرتب نے حاشیوں میں کر دیا ہے ۔اس طرح دونوں تذکروں کا تقابلی مطالعہ قارئین کے سامنے آ گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری:

خلیفہ محمد معظم عباسی کی رزمیہ مثنوی ''جنگ نامہ آصف الدولہ ونواب رام پور'' کو محمد ایوب قادری نے مرتب کیا اور انجمن ترقی اردو اردو کراچی نے ۱۹۸۰ء میں شائع کیا۔ یہ مثنوی اس سے قبل انجمن کے مجلّہ ''اردو'' کی دو اشاعتوں میں شائع ہو چکی تھی۔ بعد میں مقدمہ کے ساتھ اسے کتابی شکل میں پیش کیا گیا۔اس مثنوی کو پانچ نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔محمد ایوب قادری نے جس نسخہ کو متن کی بنیاد بنایا ہے اس کی وضاحت نہیں کی کہ انھوں نے کن خصوصیات کو مدنظر رکھ کر اسے اہمیت دی ہے۔حواشی میں دیگر نسخوں سے اختلافِ نسخ درج کیے گئے ہیں۔

پس از حمد آن قادر ذوالجلال　　پس از نعت پیغمبر(۱) با کمال

اس کا حاشیہ یوں درج کیا گیا ہے: ا۔ در نسخہ الف و ب ، پیمبر۲۴

مثنوی لولوئے ازغیب علاقہ روہیل کھنڈ کے مشہور ومعروف قصبہ آنولے کے ایک ہندو شیو لال نے لکھی تھی۔لولوئے ازغیب اس مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۰۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں لکھی گئی تھی ۔محمد ایوب قادری نے اسے مرتب کیا ہے ۔اس مثنوی میں کوئی قصہ نہیں ہے بلکہ اس وقت کے علم نجوم کی چند اصطلاحات کی نقاشی کی گئی ہے ۔ اس لحاظ سے یہ ایک دلچسپ مطالعہ بن جاتی ہے ۔ اس مثنوی میں شگن لینے کے متعلق اظہار خیال کیا گیا ہے ۔ اس دور میں جبکہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی ہندو مسلم سب شگن لے کر کام کا آغاز کرتے تھے ۔مختلف دنوں سے شگون لینے کے گُر اس مثنوی میں بتائے گئے ہیں ۔مقدمے میں ثناء الحق صدیقی نے برصغیر کے علاوہ دیگر ممالک کے توہمات کا ذکر بھی کیا ہے ۔اسلام سے قبل کے توہمات کا تذکرہ بھی کیا ہے ۔اسلام کی آمد کے بعد توہمات کا خاتمہ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوبارہ دوسری قوموں کے اختلاط سے ان کے پھر بڑھنے کو بھی درج کیا ہے ۔اس مثنوی کے آخری اشعار سے اس مثنوی کا سالِ تصنیف بھی معلوم ہوتا ہے ۔وہ اشعار درج ذیل ہیں:

بس اب شیو لال قصہ مختصر کر　　یہاں تاریخ کی بھی کچھ فکر (۲) کر
ہوئی ہاتف سے یوں الہام (۳) لاریب　　کہ اس کا نام کہہ ''لولوئے غیب'' (۴) ۲۵

ڈاکٹر ایوب قادری نے اُردو ادب کی دو اہم مثنویوں کو اردو ادب میں متعارف کرایا ہے ۔ایک مثنوی رزمیہ

ہے جبکہ دوسری شگن کے حوالے سے اہم ہے۔ دونوں مثنویوں کے حواشی میں ان کی لسانی خصوصیات، الفاظ کے معانی اور وضاحتیں درج کی ہیں۔ یہ مثنویاں بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری کی زبان اور موضوعات کے بارے میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن:

سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے دیوان فغاں کو مرتب کیا اور انجمن ترقی اردو نے ۱۹۵۰ء میں اسے شائع کیا ہے۔ تفصیلی مقدمے میں اشرف علی فغاں (م ۱۱۸۶ھ/۷۳-۱۷۷۲ء) کا نام ونسب، تلمذ، حالاتِ زندگی، فغاں کا مذہب، اندازِ طبیعت، فغان کی ہجویں، کلام کی خصوصیات، الفاظ کی بندش، رباعیات، معاصرین، گمنامی کا سبب، زیر نظر دیوانِ فغان کے تین نسخوں کا تعارف اور اپنے تدوین کے طریق کار کو درج کیا ہے۔ ص ۶۶ سے ص ۲۱۱ متن ہے۔ پہلے قصیدے ''قصیدہ درمنقبت حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام'' کا ایک شعر ہے:

''میں اگر ہستی کے اوپر نیستی کو دوں شرف دیں مجھے دشنام (۱) کھچ کر مردمان روزگار

اس کے حاشیے میں پنجاب یونیورسٹی کے نسخے کا اختلاف یوں درج کیا ہے:

''پنجاب یونیورسٹی لائبریری نسخہ۔ کھچ کر دشنام'' ۲۶

سید صباح الدین نے دیوانِ فغاں پر تفصیلی مقدمہ لکھ کر ادب کے ایک اہم شاعر کا مکمل تعارف پیش کیا ہے اور اس کے متن کی تدوین کر کے اردو ادب کی تاریخ میں اضافہ کیا ہے۔ اس ترتیب میں انھوں نے ممکنہ دستیاب نسخوں کی مدد سے متعدد حواشی درج کیے ہیں۔

تحسین سروری:

تحسین سروری نے مسدس رنگین اور معراج العاشقین کو مرتب کیا ہے۔ تحسین سروری نے رنگین کی مسدسِ رنگین کو مرتب کیا ہے جو ۱۹۵۲ء میں ادارۂ ترقی ادب کراچی سے شائع ہوئی۔ مقدمے میں مرتب نے تذکروں کی مدد سے سعادت یار خاں رنگین کے حالات ترتیب دیے ہیں۔ رنگین کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ انھوں نے اپنی تصانیف کو کئی مجموعوں میں تقسیم کر کے ہر مجموعے کا ایک نام رکھ دیا تھا۔ انھی میں سے ایک مجموعے کا ''نام شش جہت رنگین'' ہے۔ تحسین سروری لکھتے ہیں:

''یہ مجموعہ چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس میں حسب ذیل تصانیف شامل ہیں۔ حکایاتِ رنگین، عجائب وغرائب رنگین، مثلث رنگین، چہار چمن رنگین، مخمس رنگین، مسدس رنگین۔ زیر نظر مجموعہ شش جہت رنگین کا آخری حصہ یعنی مسدس رنگین ہے۔'' ۲۷

مسدس رنگین کے ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

ہے سزاوار حمد کے وہ خدا جس نے پیدا کیے ہیں ارض و سما
وہی بے شک سبھوں کا خالق ہے وہی بے شبہ سب کا رازق ہے ۲۸

اس کے بعد نعت ہے ۔نعت کے بعد ''بیان تعریف سخن وسخن فہم وتمہید ایں نظم'' ہے ۔اس میں رنگین کہتے ہیں کہ جوسخن فہم ہے وہ بغور سنے اور میرے کلام سے حظ اٹھائے کیوں کہ نظم کے لیے غور کرنا اہم شرط ہے ۔خدا نے تجھے شعور دیا ہے، سُن اور اس کی داد دے ۔ میرے دل میں آیا کہ میں ایک مثنوی نئی وضع سے لکھوں کی جسے دیکھ کر طبیعت خوش ہو۔مرتب نے وحید نسخے کی مدد سے مسدس رنگین کو مرتب کیا ہے ۔

تحسین سروری نے معراج العاشقین کو مرتب کیا ہے جو دارالاشاعت کراچی سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی تھی ۔مقدمہ میں معراج العاشقین کے قلمی ومطبوعہ نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے جو مرتب کے بقول صوفی عبدالرحیم شاہ صاحب نے ان کے لیے فراہم کیے ۔متن کے آخر میں فرہنگ ہے لیکن وہ الف بائی ترتیب سے نہیں ہے ۔اس سے قبل مولوی عبدالحق اور گوپی چند نارنگ نے بھی معراج العاشقین کو مرتب کیا ہے لیکن تحسین سروری نے اس میں کچھ تبدیلیاں متن کے مطابق کر دی ہیں ۔ بنیادی کام مولوی عبدالحق ہی کا ہے لیکن دونوں مدونین نے اس نثری رسالے کو دوبارہ ترتیب دے کر اپنے مقدموں کے ساتھ اسے شائع کیا ہے ۔ یوں ایک تو اس کی اشاعتِ نو سے متن محفوظ ہوگیا ہے دوسرے مقدموں میں لسانی اور موضوعات معلومات سے دکنی دور کی ابتدائی نثر اور لسانی خصوصیات کا علم ہوتا ہے ۔تیسرے تصوف کے اعتبار سے یہ ایک اہم تصنیف ہے جس سے تصوف کے اسرار ورموز سمجھنے کا موقعہ ملتا ہے ۔

متفرقات:

درج بالا متون کے علاوہ درج ذیل متون کی تدوین دبستان کراچی کے ذیل میں آتی ہے ۔ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

رباعیات ۔عجائبات امو جان ولی دہلوی، شاگرد مرزا اسداللہ خاں غالب:

اس کتاب میں غالب کے ایک شاگرد مولوی علی دہلوی کی رباعیات درج کی گئی ہیں ۔ یہ رباعیات ۱۳۱۸ھ میں تحریر کی گئی تھیں ۔متن کی ابتدا میں مولوی امو جان ولی کی تحریر ہے جس میں انھوں نے اس کی اشاعت اول (۱۹۰۲ء) کے آغاز میں اس مجموعے کی تاریخ ، غالب سے تلمذ ، رباعیات کے موضوعات ،سید غوث علی شاہ کے مرید کے طور پر اپنا تعارف دیا ہے۔ رباعیات الف بائی ترتیب سے ہیں ۔ان میں زیادہ موضوعات اخلاق ووحدت الوجود کے ہیں ۔ دنیا میں اپنا کام خاموشی سے کیے جانا ، ظاہر کی عبادت سے گریز، اطاعتِ خدا ، دنیا سے لاتعلقی اور یادِ خدا کی تلقین اور نفس سے گریز کی تلقین اس رباعیات میں کی گئی ہے۔ذیل میں دو رباعیات پیش کی جارہی ہیں جن سے ان کے موضوعات کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے

اوّل میں تو ہم تم تھے کوئی غیر نہ تھا آخر بھی کبھی ہوں گے نہ ہم تم سے جدا
یہ بیچ کے دن دیکھیے کیسے گزریں غیروں سے برابر ہمیں پالا ہے پڑا ۲۹

☆☆

اولاد پہ اور مال پہ شیدا ہے بشر — نے حق سے غرض اور نہ کچھ دیں کی خبر
یاربّ مجھے تو اپنی اماں میں رکھیو — ہر دم مجھے دونوں کی ہے آفت سے خطر ۳۰

کلیاتِ شائق:

سید انور علی انور نے میر سید علی شائق دہلوی کے کلیات کا انتخاب مرتب کیا جو سید پبلی کیشنز کراچی سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے تعارف میں مرتب نے لکھا ہے کہ میر سید علی شائق دہلوی مرحوم ان شعرا میں سے ہیں جو باوجود کمالِ فن کے کچھ زیادہ شہرت نہ پا سکے۔ اس کی بڑی وجہ خود ان کی عسرت و کم مائیگی اور قناعت پسندی تھی۔ اس کے علاوہ وہ عمر کا بیشتر حصہ غیر معروف جگہوں میں گزارنے کے سبب نہ ان کی شاعری کو وہ شہرت نصیب ہوئی جس کی وہ حقدار تھی نہ وہ خود عرف عام حاصل کر سکے اور شعر و سخن کا ایک وسیع و عظیم سرمایہ جو تقریباً بائیس کتب پر مشتمل ہے اور جس کو خود انھوں نے ''ذخیرۂ شائق'' کے نام سے ۱۸۹۵ء میں مرتب کر لیا تھا گمنامی میں چھوڑ کر خاموشی سے سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اگرچہ ان کی کچھ کتب ان کی حیات میں دہلی، آگرہ اور بمبئی سے شائع ہوئی تھیں مگر اب ان اشاعتوں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔۹۰ا ان کے ذخیرہ سے ایک ضخیم انتخاب ''کلیات شائق'' کے نام سے شائع کیا۔

دیوانِ دل مرتبہ محمد ظفیر الحسن:

محمد ظفیر الحسن نے محمد روشن جوشش کے بھائی محمد عابد دلؔ کا کلام ''دیوانِ دل'' مرتب کیا جو مکتبہ مہر نیمروز کراچی سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ مرتب کو یہ قلمی نسخہ خادم حسین سے ملا، انھوں نے اس نسخہ کی نقل کر کے ایک تفصیلی مقدمے کے ساتھ اسے شائع کر دیا۔ مرتب نے قلمی نسخے کے بارے میں یہ معلومات فراہم کی ہیں کہ یہ نسخہ بہت خستہ اور کرم خوردہ ہے، دلؔ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے، کاتب نے جا بجا غلطیاں کی ہیں، مرے کو میرے لکھا ہے، مصرعوں کی ترتیب و تقطیع کا خیال نہیں رکھا، یائے معروف کو مجہول اور مجہول کو معروف لکھا ہے، املا کی اغلاط ہیں، نون غنہ میں نقطے کا التزام ہے، یاں اور واں کو یہاں اور وہاں لکھا ہے۔

مرتب نے مقدمے میں دلؔ کے حالات اور کلام کی خصوصیات درج کی ہیں۔ مرتب لکھتے ہیں کہ محمد روشن جوششؔ اور محمد عابد دلؔ کا شاعرانہ رنگ اس قدر ملتا ہے کہ بعض تذکرہ نگاروں نے دلؔ اور جوششؔ کو ایک ہی شخص سمجھ لیا، مرتب کے بقول دونوں بھائیوں کی ہم قافیہ و ہم ردیف غزلوں کی تعداد ۹۷ ہے۔ ایک ہی زمین میں لکھی گئی چند غزلیات کو بطور نمونہ مقدمے میں درج کر دیا گیا ہے۔ دل کی شاعری کی فنی خصوصیات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ صفحہ ایک سے صفحہ ۱۶۴ پر متن مشتمل ہے۔ ضمیمہ میں دلؔ کے وہ اشعار درج کیے گئے ہیں جو ''ارمغانِ دل'' میں ترتیب دیے گئے تھے۔ پہلی غزل کا پہلا شعر ہے:

ہوئی جب دل میں اپنے گرمئ آہ و فغاں پیدا — برنگ شمع ہر مو سے لگی ہونے زباں پیدا ۳۱

آخری غزل کا آخری شعر ہے:

دل اپنی زندگانی بھر غم و غصہ زمانہ کا — قناعت نے کیا ہے جی کو بے پروا نہیں کھاتے ۳۲

مجموعی جائزہ

انجمن ترقی اُردو کے قیام کے مقاصد میں یہ نکات بھی شامل تھے کہ اردو زبان کی اصلاح کی جائے ، ہندوستان کے مختلف اضلاع میں اردو زبان کو رواج دینے کی تجاویز پر غور وعمل کیا جائے اور قدیم کلام نظم ونثر کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اور اردو کے قدیم مخطوطات کو شائع کیا جائے ۔ اس مقصد کے تحت بہت سے تذکرے اور دواوین جو مخطوطوں کی صورت میں تھے انھیں مرتب کر کے شائع کیا گیا۔ ان کی اشاعت سے اردو ادب کا قدیم سرمایہ سامنے آیا۔ اس سے بہت سی غلط فہمیاں رفع ہوئیں جو کہ ان تذکروں کے نہ ہونے سے محض قیاس آرائیوں پر قائم کی گئی تھیں ۔

قدیم تذکروں کی اشاعت کے علاوہ انجمن کا اہم کام دکنی زبان و ادب کی بہت سی قدیم کتب کی اشاعت بھی ہے ۔ دکنی ادب اپنے موضوعات اور لسانی خصوصیات کے حوالے سے اُردو زبان و ادب میں اہمیت کا حامل ہے ۔ ان کتابوں کی اشاعت سے تاریخ ادب اُردو کی وہ کڑیاں جو گمشدہ تھیں وہ مل گئی ہیں اور تاریخ ادب اُردو کا تسلسل قائم ہو گیا ہے ۔ قدیم متون کے علاوہ چند جدید متون کو بھی مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے ۔

دکن کی زبان آج کی زبان سے بہت مختلف ہے اس لیے مرتبین نے اس کی لسانی خصوصیات کو تفصیل سے مقدمے میں درج کیا ہے ۔ جمیل جالبی کو مثنوی نظامی دکنی کی زبان سمجھنے میں ڈیڑھ دو سال کا عرصہ لگ گیا ۔ اسی طرح دیوانِ تراب کی زبان اڑھائی سو برس پرانی تھی ۔ کراچی کے ان مدونین نے پہلے اس زبان سے واقفیت و آشنائی حاصل کی ۔ کاتب کے طرزِ کتابت سے واقف ہوئے اور پھر ان نسخوں پر کام کیا ۔

چند شعرا جن کے حالات کسی تذکرے یا تاریخ میں نہ تھے ان کے دواوین اور کلام کے ذریعے ان کے حالات کو ترتیب دیا گیا مثلاً دیوانِ حسن شوقی اور مثنوی نظامی دکنی کے شعرا حسن شوقی اور فخر الدین نظامی کے حالات انھی کے کلام سے اخذ کیے گئے ہیں۔ قدیم دکنی زبان کی مشکلات کے پیشِ نظر کراچی کے مدونین نے یہ التزام بھی کیا کہ آخر مین مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی دے دی ہے ۔ اس طرح نامانوس دکنی الفاظ کے مفاہیم اور دکنی ذخیرہ الفاظ اردو لسانیات میں اہم اضافہ ہیں ۔

کراچی کے مدونین لسانی مباحث میں خاصی دلچسپی لیتے ہیں ۔ ان کی مدون کی گئی کتب میں نسخوں کا تعارف ہو یا نہ ہو متعلقہ نسخے کی لسانی خصوصیات کو بہت تفصیل سے مثالوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں ۔ اس لسانی مطالعے میں الفاظ ، فعل ، حروف ، ضرب الامثال ، محاورات اور روزمرہ وغیرہ کو درج کیا گیا ہے ۔ یوں دکنی صرف ونحو پر یہ کام اردو لسانیات کے لیے نئے در وا کرتا ہے ۔ دبستانِ کراچی کے تحت جو کتب مدون کی گئیں ان میں سے بعض وحید نسخوں پر مشتمل تھیں اس لیے ان کے حواشی میں محض الفاظ کے مفاہیم ، اسما اور مقامات کی وضاحت اور عروض کی خامیوں پر ہی نظر ڈالی گئی ہے تاہم جن کے متعدد نسخے تھے ان کا تعارف مقدمے میں درج کیا گیا ہے اور اختلافات حاشیے میں دیے گئے ہیں ۔ یوں دکنی ادب اور لسانی حوالے سے دبستانِ کراچی اردو تدوین کی روایت میں ایک مخصوص مقام رکھتا ہے جسے نظر انداز کر کے ہم تدوین کی روایت مرتب نہیں کر سکتے ۔

حوالہ جات:

۱۔ مشفق خواجہ (مرتب)، کلیاتِ یگانہ، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۳ء، ص: ۳۷ مقدمہ
۲۔ مشفق خواجہ (مرتب)، تذکرہ خوش معرکہ زیبا جلد اوّل، سعادت خاں ناصر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۱ء، مقدمہ ص: ایک متن
۳۔ ایضاً، ص: ایک حاشیہ
۴۔ ایضاً، ص: ۴۳ حاشیہ
۵۔ ایضاً، ص: ۶ متن
۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً، حاشیہ
۸۔ ایضاً، ص: ۳۶۸ متن
۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی (مرتب)، دیوانِ حسن شوقی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۱ء، ص: ۱۴۰ حاشیہ
۱۰۔ ڈاکٹر جمیل جالبی (مرتب)، دیوانِ نصرتی، لاہور: قوسین، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۹ حاشیہ
۱۱۔ ایضاً، ص: ۲۹
۱۲۔ افسر صدیقی امروہوی (مرتب)، تذکرہ مدائح الشعرا، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۶ء، ص: ۸ حاشیہ
۱۳۔ افسر صدیقی امروہوی (مرتب)، مثنوی نوسر ہار، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، مقدمہ
۱۴۔ افسر صدیقی امروہوی (مرتب)، تذکرہ عروس الاذکار، نصیر الدین نقش حیدرآبادی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۵ء، ص: ۱۳۴ حاشیہ
۱۵۔ افسر صدیقی امروہوی (مرتب)، سنگھاسن بتیسی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۳ء، ص: ۵ حاشیہ
۱۶۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری (مرتب)، ارمغانِ گوکل پرشاد، گوکل پرشاد رسا، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۵ء، مقدمہ
۱۷۔ ایضاً
۱۸۔ شیخ چاند ابن حسین (مرتب)، پھول بن، ابن نشاطی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۵۵ء، ص: ۱۲۰ فرہنگ
۱۹۔ ایضاً، ص: ۱۳۰
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ ڈاکٹر ایم۔ سلطانہ بخش (مرتب)، قصہ رنگین گفتار، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۸ء، ص: ۳۵
۲۲۔ محمد سخاوت مرزا (مرتب)، دیوانِ قاسم، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۵ء، مقدمہ

۲۳۔ ڈاکٹر اسلم فرخی (مرتب)، گلشن ہمیشہ بہار، نصر اللہ خاں خویشگی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۷ء،ص:۱۷۶ حاشیہ
۲۴۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری (مرتب)، جنگ نامہ آصف الدولہ و نواب رام پور، خلیفہ محمد معظم عباسی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۰ء،ص:۳ حاشیہ
۲۵۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری (مرتب)، رسالہ شگن موسوم بہ لولوئے از غیب، شیو لال، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۳ء،ص:۳ متن
۲۶۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن (مرتب)، دیوانِ فغاں، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۵۰ء،ص:۲۶ حاشیہ
۲۷۔ تحسین سروری (مرتب)، مسدس رنگین، سعادت یار خاں رنگین، کراچی: ادارہ ترقی ادب، ۱۹۵۲ء،ص: ۹ مقدمہ
۲۸۔ رباعیات۔ عجائبات امو جان ولی دہلوی، شاگرد مرزا اسداللہ خاں غالب، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۵ء،ص:۱۹ متن
۲۹۔ ایضاً،ص:۴۳ متن
۳۰۔ سید انور علی انور، کلیاتِ شائق، کراچی: سید پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء، تعارف
۳۱۔ محمد ظفیر الحسن (مرتب)، دیوانِ دل، کراچی: مکتبہ مہر نیمروز، ۱۹۷۴ء،ص: ایک متن
۳۲۔ ایضاً،ص: ۱۶۰